جب فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی دھمکی دیتا ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنا معاملہ اللہ کے سپردکر دیتے ہیں کیا کہتے ہیں؟ **إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ مِنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ** تو یہ کیا ہے؟ **تفویض إِلَى اللّٰهِ** ۔ وہ کیا کرتے ہیں کہ اپنے معاملات کا فیصلہ اللہ کے سپر کر دیتے ہیں **تفویض أَمْر إِلَى اللّٰهِ**۔ امر کیا ہے؟ امور معاملات تو میں نے آپ کو یہ بھی بتایا تھا کہ سورۃ المومن کے مرکزی مضمون دو ہیں ایک تو یہ ہے کہ دعوت **إِلَى اللّٰهِ** کی اہمیت اور اس کو پیش کرنا اور اس میں توحید اور آخرت کے دلائل ہیں کائنات سے بھی اور انسان کے اپنے جسم سے بھی اور یہ دعوت **إِلَى اللّٰهِ** حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دی اور اس کے ساتھ اب ایک اور رجل المومن ہے جو کہ یہ دعوت دیتا ہے اور آپ دیکھئے کہ یہاں پہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کہتے ہیں کہ میں نے اپنا معاملہ اللہ کے سپر کر دیا اور آگے جو ہے رجل المومن کیا کردار ادا کرتا ہے

آیت نمبر 28۔ وَقَالَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ ۖ وَإِنْ يَكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ ۖ وَإِنْ يَكُ صَادِقًا يُصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ ۖ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ

ترجمہ۔ اس موقع پر آل فرعون میں سے ایک مومن شخص، جو اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا، بول اٹھا: "کیا تم ایک شخص کو صرف اِس بنا پر قتل کر دو گے کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے؟ حالانکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس بینات لے آیا اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ خود اسی پر پلٹ پڑے گا لیکن اگر وہ سچا ہے تو جن ہولناک نتائج کا وہ تم کو خوف دلاتا ہے ان میں سے کچھ تو تم پر ضرور ہی آ جائیں گے اللہ کسی شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے گزر جانے والا اور کذاب ہو

وَقَالَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ اور کہا ایمان لانے والے آدمی نے تو **رَجُل** کے معنی کیا ہوتے ہیں؟ مضبوط آدمی جس کے اندر رجولیت پائی جاتی ہو مضبوط اعصاب والا، جثہ والا، طاقتور آدمی اور مومن کہتے ہیں ایمان لانے والے کو تو گویا کہ یہ شخص جو تھا ایمان کے لحاظ سے بھی مضبوط تھا اور اس کے ساتھ جسم کے لحاظ سے بھی مضبوط تھا **رَجُلٌ مُؤْمِنٌ** اور یہ صفت موصوف ہے۔ موصوف **رَجُلٌ** ہے اور **مُؤْمِنٌ** اس کی صفت ہے کہ یہ شخص ایمان لانے والا تھا تو یہ شخص کون تھا؟ اس کے بارے میں آتا ہے کہ یہ فرعون کا چچازاد بھائی تھا اور اس کا نام تھا شمعان **وَقَالَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ** اور رَجُلٌ مُؤْمِنٌ نے کہا ایمان لانے والا اب آپ دیکھیں کہ ایمان کسی پتھر کا نام نہیں ہے ایمان ڈھے جانے کا نام نہیں ہے ایمان مایوس ہونے کا نام نہیں ہے ایمان گر جانے کا نام نہیں ہے ایمان اپنے آپ کو حالات کے نشیب و فراز کے سپرد کر دینے کا نام نہیں ہے تو ایمان کیا ہے

ے ہم خود تراشتے ہیں منازل کے سنگ راہ
ہم وہ نہیں جنھیں زمانہ بنا گیا

ایک طرف وقت کا فرعون ہے ظالم جبار بادشاہ ہے دوسری طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام ہے اور آپ صرف تصور کریں کہ قتل کی دھمکی ہے اور ابھی تک یہ خاموش ہے لیکن اب کیا کرتا ہے کہ یہ بول اٹھتا ہے اور یہ کون ہے **مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ**۔ یہ فرعون کی آل میں سے تھا۔ کیا معنی ہیں اس کے؟ یہ وہ شخص تھا جو کہ فرعون کے اہل و عیال ہیں یا قبطی جو لوگ تھے جو کہ فرعون کے ساتھ چلتے ہیں ان میں سے تھا لیکن ساتھ ہی پتہ چل گیا کہ اب ان میں سے نہیں ہے **رَجُلٌ مُؤْمِنٌ** ہے ایمان لانے والا ہے تو قوم فرعون میں سے تھا ایمان لے آیا اور بول اٹھا اور اس کا حال کیا تھا؟ کہ پہلے **يَكْتُمُ إِيمَانَهُ** چھپایا

ہوا تھااپنا ایمان، وہ پوشیدہ رکھتا تھا اپنا ایمان تو اب تک اس نے اپنے ایمان کا اعلان نہیں کیا تھا، اظہار نہیں کیا تھا ایمان تو لایا ہوا تھا لیکن یہ کہ گویا کہ مدتوں اس نے مصلحت کی بنا پر اپنا ایمان چھپائے رکھا اور جب اس نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی دعوت کے لئے آخری خطرہ آ گیا تو اب یہ کھل کر میدان میں آگیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حمایت آپ دیکھیں پھر کیسے یہ کرتا ہے **يَكْتُمُ إِيمَانَهُ** چھپائے ہوئے تھا اپنا ایمان اور اب کیا کہتا ہے **أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا** کیا تم قتل کردینا چاہتے ہو ایک شخص کو ایک رجل کو اس کا قصور کیا ہے **أَنْ يَقُولَ** کہ وہ کہتا ہے **رَبِّيَ اللَّهُ** کہ میرا رب اللہ ہے اس نے اللہ کو اپنا رب کہا توحید کا نعرہ لگایا توحید کا اس نے اقرار کیا اور برملا کیا لوگوں کے سامنے کیا تو اس وجہ سے تم اسے قتل کردینا چاہتے ہو اے میری قوم کے لوگوں ذرا سوچو تو سہی کہ ایک شخص کا یہ کہنا **أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ** کہ میرا رب اللہ ہے اور تم کیسے ہو کہ اس کے قتل کے لئے تیار ہو گئے۔ **وَقَدْ جَاءَكُمْ** ؐاور وہ آیا ہے تمہارے پاس وہ تمہارے پاس آیا ہے کیوں آیا؟ **بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ** روشن نشانیوں کے ساتھ تمہارے رب سے اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ایسے ہی تھوڑی اٹھ کر آ گیا بلکہ کیا ہے کہ تمہارے رب کی طرف سے اپنے دعوے پر دلیلیں لے کر آیا ہے(معجزات) ۔ اس کے پاس معجزات ہیں جو اس کی نبوت کی صداقت پر دلالت کرتے ہیں آپ دیکھ لیں کہ بعض لوگ ہوتے ہیں کہ بات کرتے ہیں لیکن دلیل نہیں ہے اب یہاں پہ کیا ہے کہ تم بلا دلیل اسے قتل کرنا چاہتے ہو اور وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ میں پیغمبر ہوں رسول ہوں اور اس کے پاس دلائل ہیں، **بِالْبَيِّنَاتِ** روشن نشانیاں ،معجزات ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کردار تمہارے رب کی طرف سے یہ نہیں کہا کہ ان کے رب کی طرف سے اور اس کے بعد یہ مرد مومن جس کا نام شمعان بتایا جاتا ہے بڑی خوبصورت دلیل دیتے ہیں اور دلیل کیا دیتے ہیں اسکے بارے میں کہ **وَإِنْ يَكُ كَاذِبًا** اور اگر وہ ہے جھوٹا۔ **يَكُ** یہ کیا تھا؟ **(ک و ن) کون** سے اسی **كَانَ، يكُونُ** سے ہے **كُن** اسی سے ہے اور یہاں پہ"ن" گر چکا ہے اور اگر وہ ہوگا **كَاذِبًا** جھوٹا۔**كَاذِبًا** یہ اسم فاعل ہے اگر وہ ہے جھوٹا یا ہوگا جھوٹا **فَعَلَيْهِ پس** اس پر ،اس کی ذمہ داری اس پر **كَذِبُهُ** اس پر اس کے جھوٹ کی تو گویا کہ اگر یہ شخص جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹے ہونے کی ذمہ داری اس پر ہوگی آپ پر تھوڑی ہوگا اسی کو نقصان ہوگا **وَإِنْ يَكُ صَادِقًا** ؐاور اگر وہ ہے یا ہوگا سچا۔ **صَادِقًا** یہ اسم فاعل ہے کہ اگر وہ سچا ہے **صَادِقًا ہے** اور اس کے اندر اخلاص پایا جاتا ہے پھر کیا ہے **وَإِنْ يَكُ صَادِقًا يُصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ** ؐ**إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ** تو پہنچے گا تم پر اس کا معنی کیا ہے؟ کہ اگر وہ سچا ہے تو پھر تم پر پہنچے گا **يُصِبْكُمْ** ہوتا ہے **صوب** جیسے کسی کا نشانے پر پہنچ لگنا۔ **صَابَ السَّهْمَ** تیر کا نشانے پر لگنا اسی طرح مصیبت بھی وقت پر آتی ہے جو اللہ نے مقرر کیا ہوتا ہے اور جا کر اس کو لگتی ہے **مُصَيْبَةٌ** ۔ تو کیا ہے کہ اگر وہ سچا ہوا وہ اللہ کا پیغمبر ہوا اور تم نے اس کو جھٹلایا اس کا انکار کیا تو پھر تم پر عذاب آئے گا اللہ کا **يُصِبْكُمْ** کے معنی کیا ہیں ؟ کہ پھر تمہارا اسے قتل کرنا اپنے ذمہ بلا کو لینا ہے پھر ہوگا کیا کہ تم نے رسول کو قتل کیا اور وہ ہے سچا تو پھر تم خود ہی سوچ لو کہ تمہارا انجام کیا ہوگا **يُصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ** ؐ۔ بعض ہوتا ہے کچھ ، کوئی **الَّذِي** وہ جو **يَعِدُكُمْ** وعدہ کرتا ہے تم سے **يَعِدُكُمْ** کا لفظ یہ ذوی الاضداد میں سے ہے کسی کو اچھی امید دلانا اور **وعید** کے معنی میں بھی آتا ہے کسی کو ڈرانا۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو یہ بات بتائی تھی کہ اگر تم نے میرا انکار کیا اگر تم مجھ پر ایمان نہ لائے تو پھر تمہارا انجام کیا ہوگا اللہ کا عذاب آئے گا تو اب مرد مومن انہیں ڈراتا ہے انہیں سمجھاتا ہے بڑی خوبصورت دلیل دیتا ہے کہ اگر وہ جھوٹا ہے تو اسی پر اس کا نقصان ہے تم پر کوئی نہیں ہے اگر وہ سچا ہے پھر ہمارے اوپر تباہی آئے گی کیونکہ اگر وہ اللہ کا پیغمبر ہوا تم اس کو قتل کرنا چاہتے ہو جھٹلا رہے ہو تو پھر تو عذاب کا کچھ نہ کچھ حصہ تو آ کر گر پڑے گا **إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ** اور ساتھ ہی ایک بڑی خوبصورت دلیل سامنے رکھتا ہے

فرعون کے اوپر بلیغانہ انداز میں بات کرتا ہے بے شک اللہ **لَا يَهْدِي** ہدایت نہیں دیتا اور آپ دیکھیں **هَدَى، يَهْدِي ،هُدًى** کے مختلف معنی ہوتے ہیں لیکن یہاں اس کے معنی کیا ہیں؟ کہ کسی کو اس کی جدوجہد اور مقصد میں بامراد کرنا۔ ایک تو ہے اگر کسی کو سیدھا راستہ دکھا دینا اور کسی کو اس کی جدوجہد اور مقصد میں کامیاب کرنا تو کیا اس کے معنی ہیں؟ کہ **مَنْ هُوَ** جو کوئی ہو **مُسْرِفٌ** اسراف کرنے والا **اسرف** کے معنی آپ پڑھ چکیں حد سے گزرنا ،زیادتی کرنا، پیسوں کا فضول استعمال کیا جائے تو اس کے لئے بھی اسراف آتا ہے اگر کوئی شرک کرتا ہے تو یہ بھی اسراف ہے اور اگر کوئی شخص اپنی حدود سے تجاوز کرتا ہے جیسے کہ فرعون کر رہا تھا بجائے اس کے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لاتا بلکہ آپ کو قتل کرنے کی منصوبہ بندی کر رہا ہے۔ بے شک اللہ کامیاب نہیں کرتا اور اس کس کو نہیں کرتا؟ جس کی دو صفات ہوں ایک ہے **مُسْرِفٌ** اور اس کے معنی کیا ہیں؟ کہ جو حد سے بڑھنے والا ہے **مُسْرِفٌ** اسم فاعل ہے اور حد سے بڑھنا۔ **كَذَّابٌ** یہ جھوٹے کے لئے آتا ہے مبالغے کا صیغہ ہے کہ جو بہت زیادہ جھوٹ بولنے والا ہو تو گویا کہ جو شخص ہو کاذب اور جھوٹا اور جھوٹ میں بھی **مُسْرِف** ہو کیونکہ فرعون جو تھا وہ **مُسْرِف** کیسے تھا؟ خدائی کا دعویٰ کیا ہوا تھا صرف یہ ہی نہیں کہ شرک کر رہا تھابلکہ خود خدائی کا دعویٰ دار تھا تو جو ہو **مُسْرِفٌ** اور ہو **كَذَّابٌ** تو پھراس کو کامیابی نہیں ملتی۔ تو کیا کامیابی نہیں ملے گی ؟ تمہیں تمہارے مشن میں کامیابی نہیں ملے گی اس کا مشن کیا تھا؟ وہ کیا چاہتا تھا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنا تو اللہ تعالیٰ تمہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل پر قدرت نہیں دیں گے ایسا نہیں ہوگا کہ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دو کیوں اس لئے کہ اللہ **مُسْرِفِين** کی اور **كَذَّاب** کی مدد نہیں کیا کرتا۔ یہاں پر آپ یہ بات بھی دیکھیں کہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ایک طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں کہ آئے ہیں دعوت دینے اور وقت کے فرعون کو اس کے دربار میں بڑی جرأت کے ساتھ جسارت کے ساتھ دعوت دیتے ہیں دوسری طرف انکی قوم کا حال کیا ہے کہ ان کے لیڈر اور رہنماء کا وہ(فرعون) قتل کرنا چاہتا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے مشن میں بڑے سچے تھے بڑی تڑپ تھی آپ کے اندر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ملک الموت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف روح قبض کرنے کے لئے بھیجا گیا جب وہ آئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں تھپڑ مارا وہ اپنے رب تعالیٰ کے پاس گئے اور عرض کی کہ تو نے مجھے جس بندے کی طرف بھیجا ہے وہ مرنا نہیں چاہتا اللہ تعالیٰ نے فرمایا دوبارہ ان کے پاس جائیے اور ان سے کہیے کسی بیل کی پشت پر ہاتھ رکھیں ان کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آ جائیں گے اتنے سال ان کو مزید مہلت مل جائے گی اب موت کا فرشتہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاتا ہے اور پیغام دیتا ہے آپ نے پوچھا یارب اس کے بعد کیا ہوگا اللہ تعالی نے فرمایا پھر موت آ جائے گی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تب ابھی موت مجھے قبول ہے اور اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالی سے ایک درخواست کی اور وہ درخواست کیا تھی کہ آپ کو عرض مقدس کے اتنا قریب کر دے جتنی دور پتھر پھینکا جا سکتا ہے کیا مطلب ہے؟ وہ فلسطین جس علاقے پر اعمالقہ نے یا جبارین نے قبضہ کر لیا تھا اور وہ بنی اسرائیل کو آزاد کرا کے لے کے جا رہے ہیں اور **يَتِيهُونَ فِي الْأَرْضِ (26۔ المائدہ)** وادِیٔ تَیہ میں وہ گردش کر رہے ہیں اور ان کے مطالبات **الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ (57۔ البقرہ)** اور پانی کا چاہنا **اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا (60۔ البقرہ)** تو اللہ تعالی نے ان کے لئے 12 چشمے بھی دے دئیے بادلوں کا سایہ بھی کیا۔ کیا کیا نہیں ان کے لئے کیا؟ لیکن جب وہ فلسطین کے قریب پہنچے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا تھا اس کے اندر چلے جاؤ داخل ہو جاؤ اور حملہ کرو مقابلہ کرو تو انہوں نے کیا کہا تھا؟ **فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ (23۔ المائدہ)** آپ اور آپ کا رب جا کر وہاں جہاد کرے ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ اندر نہیں جانا چاہتے تھے قوم

ایسی سرکش تھی اتنی نافرمان تھی اتنا ان کے اندر اِنْحِطاط اور زوال تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بہت دل چاہتا تھا کہ ان کی زندگی میں وہ علاقہ فتح ہو جائے تو اس سے کیا بات پتہ چلتی ہے کہ ان کا یہ کہنا کہ ارض مقدس سے اتنا قریب کر دے جتنی دور پتھر پھینکا جا سکتا ہے کہ جتنا آگے تک میں جا سکتا ہوں (اب پتھر ہی پھینک دوں) کیونکہ ان کی بڑی خواہش تھی کہ ان کی زندگی میں وہ علاقہ فتح ہو جائے اور اس سے پھر کیا بات پتہ چلتی ہے کہ آپ اپنی قوم کے ساتھ میدانِ تیہ میں ہیں اور اپنی وفات کے وقت آپ نے یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ جس سرزمین کی طرف ہم ہجرت کر کے جا رہے ہیں تو میں یہ چاہتا ہوں کہ اس سرزمین کے قریب فوت ہوں کیونکہ تقدیر نے انہیں اس زمین تک پہنچنے نہیں دیا لیکن وہ چاہتے تھے کہ وہ جائیں اور وہ فتح ہو جائے تو اس میں ان کا یہ کہنا دراصل اپنی قوم کو انہوں نے ترغیب دلائی ہے وہ کیا چاہتے تھے کہ قوم جہاد کرے اور وہ علاقہ فتح کر لے اسی لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا اگر میں وہاں ہوتا تو تم لوگوں کو آپ کی قبر مبارک دکھا دیتا جو راستے کے کنارے سرخ ٹیلے کے قریب ہے (یہ صحیح بخاری کی روایت ہے). حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجھے معراج کی رات مکہ سے بیت المقدس تک لے جایا گیا تو میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا وہ سرخ ٹیلے کے پاس اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے (اور یہ روایت بھی صحیح مسلم کی اور مسند احمد کی ہے). تو میں اس بات پر سوچ رہی تھی کہ مشن سے محبت تو اس کو کہتے ہیں کہ مرتے مرتے تیرے دین کی خدمت کروں اور تیرے دین کی خدمت کرتے کرتے مجھے موت آجائے اب یہ مشن ہونا چاہئے میرا اور آپ کا اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا تو اب یہاں پہ دیکھ لیجئے کہ مرد مومن ہے اور **رَجُلٌ مُؤْمِنٌ** ہے اور وہ سمجھا رہا ہے اور بتا رہا ہے کہ **مُسْرِفٌ** اور **كَذَّابٌ** کو اللہ اس کے مشن میں کامیاب نہیں کرتا. تو تُو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا اب اس کے بعد اتنا ہی نہیں بلکہ اب کیا ہے کہ مرد مومن اپنی مزید تقریر کو جاری رکھتے ہیں اب کیا کہتے ہیں

آیت نمبر 29. يَا قَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظَاهِرِينَ فِي الْأَرْضِ فَمَنْ يَنْصُرُنَا مِنْ بَأْسِ اللَّهِ إِنْ جَاءَنَا ۚ قَالَ فِرْعَوْنُ مَا أُرِيكُمْ إِلَّا مَا أَرَىٰ وَمَا أَهْدِيكُمْ إِلَّا سَبِيلَ الرَّشَادِ

ترجمہ. اے میری قوم کے لوگوں آج تمہیں بادشاہی حاصل ہے اور زمین میں تم غالب ہو، لیکن اگر خدا کا عذاب ہم پر آ گیا تو پھر کون ہے جو ہماری مدد کر سکے گا" فرعون نے کہا "میں تو تم لوگوں کو وہی رائے دے رہا ہوں جو مجھے مناسب نظر آتی ہے اور میں اُسی راستے کی طرف تمہاری رہنمائی کرتا ہوں جو ٹھیک ہے"

يَا قَوْمِ اے میری قوم اور یہاں پہ **يَا قَوْمِي** تھا "ی" حرف علت ہے گر چکا ہے اے میری قوم **لَكُمُ الْمُلْكُ** تمہارے لئے بادشاہت ہے **الْيَوْمَ** آج کے دن اے میری قوم کے لوگوں آج تم کو اقتدار حاصل ہے اور یہ کونسی بادشاہت تھی مصر کی بادشاہت کا ذکر ہو رہا ہے کہ کیسی بادشاہت ہے کیونکہ فرعون ہے جس کے سامنے وہ تقریر کر رہا ہے اور دوسری طرف کیا ہے کہ جو اس کے اہم مشیر ہیں اعیان سلطنت وہ ساتھ ہیں اور ان کو کہہ رہا ہے کہ **لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ** آج تمہارے لئے بادشاہت ہے **ظَاهِرِينَ** یہ اسم فاعل ہے اور ظاہر ہونا کا معنی کیا ہوتا ہے؟ غالب ہونا غلبہ پانا تو غلبہ پانے والے آج تمہارے لئے بادشاہت ہے اور غلبہ پانے والے ہو **فِي الْأَرْضِ** میں زمین اور زمین سے مراد مصر کی سرزمین ہے پھر سوال پوچھتا ہے **فَمَنْ يَنْصُرُنَا** پس کون مدد کرے گا ہماری. آپ سوچیں کتنا خوبصورت انداز ہے کہ پوچھتا ہے

ان سے کہ اے میرے بھائیوں آج تو تم ہو حاکم آج تم یہاں پہ حکومت کر رہے ہو جیسے دل چاہے کرتے ہو لیکن کون ہماری مدد کرے گا **مِنْ بَأْسِ اللَّهِ** اللہ کے عذاب سے تو **من** کے معنی کیا ہیں کہ جب اللہ کا عذاب آئے گا تو اللہ کے عذاب سے ہمیں کون بچائے گا تمہارا شرک کرنا تمہارا اللہ کے پیغمبر کا انکار کرنا معجزات کا انکار کرنا اور اس کے نتیجے میں پھر ہوگا کیا؟ یقینی بات ہے کہ ہم پر اللہ کا عذاب آئے گا اور جب اللہ کا عذاب آئے گا تو پھر ہماری کون مدد کرے گا **فَمَنْ يَنْصُرُنَا مِنْ بَأْسِ اللَّهِ إِنْ جَاءَنَا** " **إِنْ**"جو ہے اس کے معنی کیا ہیں کہ اگر وہ آگیا، اگر آ جائے ہمارے اوپر تو یہاں پہ " **إِنْ**" کیوں آیا حرف شرط ہے تو یہ کیوں ہے اگر تم نے قتل کر دیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلا تو رہے ہو اور آگے قدم بڑھاؤ گے تو اللہ کا عذاب جب آئے گا تو ہمیں کون بچائے گا اب آپ دیکھیں مرد مومن کی تقریر واضح ہوتی جارہی ہے ایک بات ہمیں اور پتہ چلتی ہے کہ اس مرد مومن کا فرعون کے دربار میں بڑا اہم مقام تھا کیونکہ اتنا اہم مقام تھا تب ہی تو وہ بات کر رہا ہے بڑا نازک بڑا اونچا اعلی مقام اور اس کے اندر بڑی جرأت ہے کردار کی کہ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پیغام دے رہا ہے اب یہاں پہ کہ عذاب سے ڈرانا اللہ کے جیسے ان کے دلوں کو چھو لیتا ہے کہ اگر اللہ کا عذاب آگیا تو پھر ہمیں کون بچائے گا تو اس سے کیا بات پتہ چلتی ہے انسان گناہ کیوں کرتا ہے جب آخرت پر یقین نہیں رکھتا اور جب آخرت پر یقین ہوتا ہے پھر وہ ایک اچھا انسان بن جاتا ہے تو اب آخرت کا ان کو تصور دلاتا ہے **قَالَ فِرْعَوْنُ** اب مرد مومن کی تقریر جاری ہے لیکن فرعون کیا کرتا ہے بیجا مداخلت کرتا ہے اب بڑا دربار ہے تقریر ہو رہی ہے اور آپ سوچیں کہ تقریر سے لوگوں پر اثرات آتے ہیں تو اب فرعون فورا بولتا ہے **قَالَ فِرْعَوْنُ** فرعون نے کہا **مَا أُرِيكُمْ** نہیں میں دکھاتا تم کو **إِلَّا مَا أَرَىٰ** مگر وہ جو میں دیکھتا ہوں اور ویسے تو ہوتا ہے نا کہ **أَرَىٰ** کے معنی اور **يَرَىٰ** کے معنی **نَرَىٰ** کے معنی دیکھنا وہ دیکھ رہے ہم دیکھ رہے ہیں تم دیکھ رہے ہو لیکن جیسے **أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ** (1- الماعون) کیا دیکھا تم نے اس شخص کو تو اصل میں **أَرَأَيْتَ** کے معنی سوچنا سمجھنا کے بھی ہوتے ہیں غور و فکر کرنا جیسے خوب سوچ سمجھ کر کسی چیز کے نتائج پر عواقب پر غور کر کے کوئی مشورہ دینا تو یہاں پہ کیا ہے کہ **مَا أُرِيكُمْ** نہیں میں تم کو سمجھا رہا، نہیں میں تم کو رائے دے رہا۔ تو یہاں پہ **أُرِيكُمْ** رائے کے معنی میں ہیں کہ میں تم کو وہی رائے دے رہا ہوں **إِلَّا مَا أَرَىٰ** جو میں سمجھ رہا ہوں تو میری رائے کیا ہے تو اسے قتل کر دینا ہی مناسب ہے ٹھیک ہے اور یہ میری جو رائے ہے کیسی ہے؟ **وَمَا أَهْدِيكُمْ** اور نہیں میں تمہاری رہنمائی کر رہا **إِلَّا سَبِيلَ الرَّشَادِ** مگر سبیل وہ راستہ **الرَّشَادِ** رشد سے ہے اور رشد یہ ہدایت کا اگلا درجہ ہے ہدایت کیا ہوتی ہے کہ کسی راستے پر رہنمائی کرنا اس کو چلانا اس کو آگے بڑھانا لیکن رشد کا مطلب کیا ہوتا ہے کہ صرف اس کی رہنمائی نہیں کرنا بلکہ یہ کہ اس کا اس پر قائم بھی رہنا اور اس کو آگے لے کر چلنا تو رشد کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص راہ راست پر آ جائے اور وہ نیک چلن بھی اختیار کر لے تو اسی پر پھر برقرار رہے۔ تو میں جو تمہیں مشورہ دے رہا ہوں تو یہ مشورہ اپنانے میں اور اس پر برقرار رہنے ہی میں بہتری ہے **وَمَا أَهْدِيكُمْ** اور نہیں میں تمہیں سیدھی راہ پر گامزن کر رہا صرف اتنا ہی نہیں ہے مگر کیا ہے **إِلَّا سَبِيلَ الرَّشَادِ** مگر راستہ ایسا ہے **سَبِيل** کھلا کشادہ راستہ۔ راستہ ایسا ہے جو **الرَّشَاد** کا ہے رشد سے ہے اور **رَشَاد** یہاں پہ مصدر ہے اس کا معنی کیا ہے کہ اسی پر برقرار رہنے پر اسی پر چلتے رہنے میں بہتری ہے تو اب یہاں پر گویا کہ فرعون کا یہ کہنا کہ **مَا أُرِيكُمْ** سے لے کر **الرَّشَاد** تک یہ بات بتا رہا ہے کہ میری جو تجویز ہے جذباتی نہیں ہے خوب اچھی طرح سوچ سمجھ کر نتائج پر غور کر کے میں نے یہ مشورہ دیا ہے اور یہ جو کہنا **وَمَا أَهْدِيكُمْ إِلَّا سَبِيلَ الرَّشَادِ** یہ میری نیک نیتی ہے اور اسی میں بہتری ہے ہدایت ہی نہیں رشد ہے یہ تو گویا کہ میرا مشورہ میری تجویز نیک نیتی پر ہے میری رائے اصابت ہے اور مصلحت اسی میں ہے

آیت نمبر 30۔ **وَقَالَ الَّذِي آمَنَ يَا قَوْمِ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِثْلَ يَوْمِ الْأَحْزَابِ**
ترجمہ۔ وہ شخص جو ایمان لایا تھا اُس نے کہا "اے میری قوم کے لوگو، مجھے خوف ہے کہ کہیں تم پر بھی وہ دن نہ آ جائے جو اس سے پہلے بہت سے جتھوں پر آ چکا ہے۔

وَقَالَ الَّذِي اور کہا اس نے وہ شخص **آمَنَ** جو ایمان لیا تھا یہ کون تھا وہی شمعان **يَا قَوْمِ** اے میری قوم اب یہ ڈر نہیں رہا ایک طرف آپ دیکھیں کہ فرعون بیچ میں مداخلت کر کے اثر کو زائل کرنا چاہتا ہے اب پھر بھی یہ مرد مومن تقریر جاری رکھتاہے کہتا ہے میری قوم **إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ** بے شک مجھے ڈر لگتا ہے تمہارے بارے میں، میں ڈرتا ہوں **عَلَيْكُمْ** کہ تم پر آئے **مِثْلَ** جیسا **يَوْمِ الْأَحْزَابِ حزب** کی جمع ہے **الْأَحْزَابِ** اور امتوں پر جیسا دن آیا اور وہ دن سے مراد ہے عذاب کا دن تو جیسے اور امتوں پر عذاب آیا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی ویسا عذاب آ جائے تو آپ دیکھیں کہ مرد مومن پہلے تو نرمی سے سمجھا رہا ہے اب اس کے سمجھانے میں تھوڑی سختی ہے اور سختی کیا کرتا ہے قوموں کا حوالہ دیتا ہے اور **الْأَحْزَابِ** کون ہیں؟

آیت نمبر 30۔ مِثْلَ دَأْبِ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ ۚ وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِلْعِبَادِ
ترجمہ۔ جیسا دن قوم نوح علیہ السلام اور عاد اور ثمود اور ان کے بعد والی قوموں پر آیا تھا اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ اپنے بندوں پر ظلم کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا

مِثْلَ جیسے ،ماند **دَأْبِ** یہ آپ پہلے بھی پڑھ چکی ہیں آپ نے سورج اور چاند کے بارے پڑھا تھا **دَآئِبَيْنِ (33- ابراہیم)** مسلسل چلتے رہتے ہیں۔ **كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ (54- الانفال)** آپ پہلے پڑھ چکی ہیں تو مسلسل چلنا مسلسل کوئی چلتا ہے تو کیا ہوتا ہے کہ جیسے اس کی ایک حالت ہوتی ہے ایک ہی حالت پر وہ برقرار رہتا ہے ایک اس کی عادت ہوتی ہے۔ تو داب کا لفظ حالت، عادت کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جو کام انسان مسلسل کرتا ہے اس کی عادت بن جاتی ہے تو یہاں یہ کیا ہے کہ **مِثْلَ دَأْبِ قَوْمِ** جیسا کہ **دَأْبِ** حال ہوا ،حالت ہوئی **قَوْمِ نُوحٍ** حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی **وَعَادٍ وَثَمُودَ** اور عاد وثمود کی **وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ** اور وہ لوگ جو اُن کے بعد ہوئے تو اب یہاں پہ تین قوموں کا ذکر کیا ہے اور اس کے بعد صرف انہی کا ذکر نہیں کیا بلکہ اور قوموں کا بھی حوالہ دیا کہ جس طرح ان قوموں پر اللہ کا عذاب آیا اور سزا پہنچی وہی تم پر بھی نہ آجائے تو اب یہاں پہ کیا ہے کہ ان کو پڑوس کی قوموں سے ڈرا رہا ہے تذکیر ہے تنبیہ ہے اور یہ جو قومیں تھیں ان پر بڑا سخت عذاب آیا تھا اور یہ قومیں قریب کے زمانے میں گزری تھیں اور فرعون ان کے بعد تھا تو یہ پڑوس کی قومیں ہیں اور پڑوس کی قوموں کا حوالہ دے کے تذکیر اور تنبیہ کی جارہی ہے اس سے کیا بات پتہ چلتی ہے کہ دعویٰ کا **دعوت الی اللہ** کا ایک طریقہ یہ ہے کہ تاریخ سے بھی حوالے دئیے جائیں پریشان نہیں ہونا چاہئے جب تاریخ کے حوالے ہوں دلائل، کبھی حال کے دلائل اور کبھی ماضی کے دلائل کبھی ماضی میں سے بھی کبھی بعید کے دلائل، کبھی قریب کے دلائل **وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِلْعِبَادِ** اور اللہ تعالی کیسا ہے؟ **وَمَا اللَّهُ** اور نہیں **اللہ يُرِيدُ** ارادہ

رکھتا یا چاہتا **ظُلْمًا** ظُلْم کرنا **لِلْعِبَادِ** بندوں کے لئے تو اللہ بندوں پر ظُلم نہیں کرنا چاہتا ایسا نہیں ہے کہ کوئی شخص کوئی غلطی بھی نہ کرے اور اللہ اس پر عذاب لے آئے پھر کہتا ہے

آیت نمبر 32۔ وَيَا قَوْمِ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ
ترجمہ۔ اے قوم، مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم پر فریاد و فغاں کا دن نہ آ جائے

وَيَا قَوْمِ اور اے میری قوم **إِنِّي أَخَافُ** بے شک مجھے ڈر لگتا ہے، بے شک مجھے خوف ہے **عَلَيْكُمْ** تم پر تو اب کیا خوف ہے؟ کہ مجھے تمہارے بارے میں خوف ہے **يَوْمَ التَّنَادِ** کا ۔ **تَنَاد** کیا ہے؟ **(ن د ی)** سے ہے فریاد کرنا پکارنا **اور يَوْمَ التَّنَادِ۔** آپ دیکھیں کہ **نَدَا** بھی اسی سے ہے۔ اسی طرح شبنم ،رطوبت کے لئے بھی یہ **نَدٰی** کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے اور جو شبنم ہوتی ہے رطوبت ہوتی ہے کیا ہوتا ہے گیلا پن ہونا تو منہ میں جب رطوبت ہوتی ہے ہمارے منہ میں پانی ہوتا ہے یعنی منہ خشک نہیں ہوتا تو ہم اچھی آواز نکال سکتے ہیں ہم اونچی آواز میں کسی کو پکار سکتے ہیں تو اب یہاں پہ وہ یہ کہتا ہے کہ وہ دن ہوگا اونچی آواز میں چیخ و پکار کا دن **يَوْمَ التَّنَادِ** گویا کہ وہ دن فریادوں کا دن ہوگا وہ چیخ پکار کا دن ہوگا **تَنَاد** کے معنی آپ اس پہ غور کریں گی پھر آپ کو بات سمجھ میں آئے گی اور گویا کہ لوگ ایک دوسرے کو آوازیں دے رہے ہوں گے تو **يَوْمَ التَّنَادِ** ہانک پکار کا دن، بڑی ہلچل کا دن اور ہلچل کیسے مچی ہوئی ہوگی لوگ آپس میں ایک دوسرے سے کہہ رہے ہوں گے کہ بھاگو دوڑو، چلو ایک شور ہوگا جیسے اچانک آگ کہیں لگ جائے اچانک کوئی حادثہ ہو جائے کہیں کوئی زلزلہ آ جائے تو ایک چیخ و پکار ہوتی ہے نا تو یہ اصل میں یوم عذاب کے لئے تعبیر ہے **يَوْمَ التَّنَادِ** اور مفسرین نے اس کے دو معنی بتائیں ہیں ایک تو یہ ہے کہ عذابِ الٰہی نازل ہونے کا دن اور عذابِ الٰہی کب نازل ہوگا؟ دنیا میں عملوں کے نتیجے میں دنیا پر عذابِ الٰہی نازل ہو سکتا ہے۔ کیوں آیت نمبر 31 میں کیا کہا **وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِلْعِبَادِ** کہ اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا اگر قوم نوح عاد اور ثمود اور اس جیسی دوسری قوموں پر عذاب آیا ان کے شرک کفر اور پیغمبروں کو اور ان کے معجزات کو جھٹلانے کے نتیجے میں تو تم پر بھی آ سکتا ہے اللہ تو ظلم کرنے والا ہے ہی نہیں۔ اللہ کا قانونِ عدل اس کی سنت ایک ہی ہے تم پر بھی آ سکتا ہے مجھے ڈر لگتا ہے **يَوْمَ التَّنَادِ** تو کیا ہے کہ تمہارے عملوں کی وجہ سے تم پر عذاب نازل ہو۔ دوسرے اس کے معنی ہیں کہتے ہیں کہ قیامت کا دن اس سے مراد ہے اور قیامت کا دن **يَوْمَ التَّنَادِ** ہوگا کیونکہ دنیا میں اگر عذاب آئے تو بھی لوگ ہٹو بچو بھاگو دوڑو، مر رہے ہیں لیکن کوئی مدد نہیں۔ جب اللہ کا عذاب آتا ہے کوئی مدد نہیں کر سکتا اور پھر قیامت کا دن کیا ہوگا کہ حشر کا میدان ہے رسوائیوں کا دن ہے حساب کتاب کا دن ہے کوئی اپنے آپ کو دوسرے کی مدد کے لئے پیش نہیں کرنا چاہتا ہر کوئی اپنے آپ کو بچانا چاہتا ہے تو قیامت کا دن، حساب کتاب کا دن، حشر کے میدان میں بھی اور پھر پل صراط پر بھی ایک شخص کہے گا کہ مجھے تھوڑی سی روشنی دے دو دوسرا کہے گا کہ اپنی روشنی اپنے پاس تلاش کرو ۔ **فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُورٍ (13۔ الحديد)** "اور بیچ میں ایک دیوار آ جائے گی ہے" تو اصل میں وہاں پہ اس کا مطلب کیا ہے **يَوْمَ التَّنَادِ؟** کیا ندائیں ہوں گی کیا آوازیں ہوں گی کہتے ہیں کہ ایک ہوگا یہ کہ تابعداری کرنے والے اپنے مطاع کو، اپنے پیروں کو، اپنے لیڈروں کو ،اپنے بڑوں کو پکاریں گے چیخیں ماریں گے فریادیں کریں گے کہ ہم بڑی مشکل میں ہم بڑی پریشانی میں ہیں تمہاری وجہ سے یہ سب پریشانی آئی اب تم ہماری کچھ مدد کرو کچھ تو ہمارا ساتھ دو کچھ دوگنا ہی عذاب لے لو کچھ اپنی سرداری ہمیں دکھاؤ۔ ہم نے تو دنیا میں تمہارا کہنا مانا تھا تو اب وہ کیا کہیں گے ؟ کہ وہ انکار کریں گے کہ نہیں ہم نے تو ایک بات کہی تھی ہم نے کوئی زبردستی تم پر تھوڑی کی

تھی تو عابد اپنے معبودوں کو پکاریں گے۔ دوسرے معنی اس کے یہ ہیں **يَوْمَ التَّنَادِ** کہ اس دن جنتی پکاریں گے اب سورت الاعراف میں پڑھ چکی **وَنَادَوْا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ (46۔ الاعراف)** جنتی پکار رہے ہیں اور پھر کیا ہے **وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْأَعْرَافِ (48۔ الاعراف)** اور آوازیں دے رہے ہیں پکار رہے ہیں، اعراف والے ایک طرف وہ جنتیوں کو دیکھتے ہیں کتنے مزے۔ دوسری طرف ان کو جہنم والے نظر آ رہے ہیں اور وہ جنتیوں کو دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں۔ جہنمیوں کو دیکھتے ہیں تو روتے ہیں ، چلاتے ہیں پتہ نہیں اب ہمارا حال کیا ہوگا کیونکہ ان کا فیصلہ نہیں ہوا اب وہ چیخ رہے ہیں پکار رہے ہیں اور فریاد کر رہے ہیں کہ اب پتہ نہیں ہمارے ساتھ کیا بنے گا جیسے مشکل وقت ہے تو لوگ واویلہ کرتے ہیں تیسری طرف کیا ہے کہ **وَنَادَىٰ أَصْحَابُ النَّارِ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ أَفِيضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ أَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ (50۔ الاعراف)** جہنم والے بھی کہہ رہے ہیں جہنمیوں نے کیا کہا تھا کہ تھوڑا سا اپنا کھانا ہماری طرف بھی ڈال دو جنت والوں سے اور یہ آیتیں جو صحابہ اعراف کے بارے میں اور جہنمیوں کے بارے میں ہیں یہ میں نے جب بحرین میں محرق کی مسجد میں تراویح جب پڑھی تو وہاں پہ امام تلاوت کرتے جاتے تھے اور زارو قطار پھر رو رہے تھے کہ وہ دن اتنا سخت ہو گا ان کا رونا ہچکیوں کے ساتھ اور پھر سارے نمازی بھی جن کو سمجھ آتی تھی اور عربی لوگ اور اگر مجھے اور آپ کو بھی سمجھ آئے تو سوچیں کہ انسان کے اوپر کتنا اثر ہوتا ہے تو اب کیا ہے کہ یہ ہوں گی آوازیں۔ گویا کہ اس وقت سب لوگ آہ وبکاہ کر رہے ہیں رو رہے ہیں فریاد کر رہے ہیں کیونکہ وہ **يَوْمَ التَّنَادِ** ہے پیچھے آپ نے **یوم الازفہ** بھی پڑھا

آیت نمبر33۔ يَوْمَ تُوَلُّونَ مُدْبِرِينَ مَا لَكُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ ۗ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ

ترجمہ۔ جب تم ایک دوسرے کو پکارو گے اور بھاگے بھاگے پھرو گے، مگر اُس وقت اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہو گا سچ یہ ہے کہ جسے اللہ بھٹکا دے اُسے پھر کوئی راستہ دکھانے والا نہیں ہوتا۔

يَوْمَ تُوَلُّونَ وہ دن جس دن تم پھر جاؤ گے **تُوَلَ** کیا ہوتا ہے منہ پھیرنا، بھاگنا تم پھر جاؤ گے تو یہ کہاں سے پھرنا ہے؟ یہ جب قیامت کا دن ہوگا۔ تو اس دن لوگ کیا کریں گے؟ بھاگیں گے کہ اب کیا کریں ہم نے تو اس کا انکار کیا تھا یا پھر یہ وہ دن ہوگا جب کسی قوم پر عذاب آئے تو مفسرین کہتے ہیں کہ یا تو یہ قیامت کا دن ہے جس دن لوگ بھاگیں گے یا پھر جب عذاب کا دن ہے **يَوْمَ تُوَلُّونَ** کہ تم بھاگو گے **مُدْبِرِينَ** ایسے ہی نہیں صرف بھاگنا پیٹھ پھیر کر بھاگنا، دم دبا کر بھاگنا **دبر** سے ہے اور **مُدْبِرِينَ** یہ **مُدْبِر** کی جمع ہے **مَا لَكُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ** نہیں تمہارے لئے **مِنَ اللَّهِ** اللہ سے **مِنْ** کوئی **عَاصِمٍ** بچانے والا حفاظت کرنے والا عصمت بھی کیا ہوتی ہے؟ عزت عصمت کی آپ حفاظت کرتے ہیں نا تو **عَاصِم** یہ اسم فاعل ہے تو معنی یہ ہیں کہ جب اللہ کا عذاب آئے گا جب اللہ پکڑے گا تو پھر اس دن اللہ کی پکڑ سے اے لوگوں تمہیں کوئی بچانے والا نہیں ہوگا تم بھاگو گے پیٹھ پھیر کر اور آج تم پیغمبر کا انکار کر رہے ہو پھر ساتھ ہی کہتے ہیں **وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ** اور جسے اللہ ہی گمراہ کر دے پس نہیں اس کے لئے کوئی ہدایت دینے والا تو اس کا مطلب کیا ہے؟ کہ میرا کام تو تھا تمہیں سمجھانا میں نے اچھا برا تمہیں اس سے آگاہ کر دیا ہے نصیحت کی ہے اب یہ کہ میرا تو اتنا ہی فرض بنتا تھا کہ تمہیں سمجھاؤں میں اس کے سوا کچھ نہیں کرسکتا تو پھر اللہ کا قانون کیا ہے؟ جو خود سمجھنا نہیں چاہتا اللہ بھی اس کو سمجھاتا نہیں ہے جو خود ہدایت لینا نہیں چاہتا پھر اللہ بھی اس کو ہدایت دیتا نہیں ہے آپ ایک بات یاد رکھیے کہ دنیا تو اللہ تعالیٰ سب کو دے دیتا ہے حتیٰ کہ کافروں کو بھی تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے میں چاہوں تو ان کی چھتیں بھی سونے کی بنا دوں ان کی سیڑھیاں بھی، گھر بھی سورت الزخرف میں آپ

پڑھیں گے کہ میں سونے کے بنا دوں میں چاہوں تو۔ دنیا کا کوئی مسئلہ نہیں ہے لیکن جو ہدایت ہے نا ہدایت اللہ کی اندھی بانٹ نہیں ہے یہ صرف انہی لوگوں کو ملتی ہے جو خود چاہتے ہیں وقت کا پیغمبر اپنے بیٹے کو ہدایت نہ دے سکا یہ کون تھے؟ حضرت نوح علیہ السلام۔ وقت کا پیغمبر اپنی بیوی کو ہدایت نہ دے سکا یہ کون تھے؟ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام یہ دو پیغمبر تھے جو ہدایت نہ دے سکے تو اگر کوئی شخص ہیرے جواہرات کی بجائے کوئلوں سے اپنی جھولی کو بھرنا چاہے وہ ساحل سمندر سے سیپ لے کر اپنے جھولی کو بھرنا چاہے اور سمندر کے اندر سے جو ہیرے اس کے سامنے پیش کیے جا رہے ہیں وہ نہ لینا چاہے ان کو اپنے گلے میں نہ ڈالنا چاہے اور اپنے دامن کو کالا ہی کرنا چاہے تو پھر ایسے شخص کا کوئی علاج نہیں ہے مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا قول بڑا خوبصورت ہے کہ" جو خود اپنی اصلاح نہ چاہے تو پیغمبر بھی اس کی اصلاح نہیں کر سکتے"۔ تو یہاں پر کیا ہے کہ پھر جس کو اللہ ہی گمراہ کر دے اور کس کو اللہ گمراہ کرتا ہے جو خود گمراہ ہونا چاہتا ہے اور آپ کو پتہ ہے **ضلل** کا لفظ گمراہ ہونے کے لئے بھی آتا ہے اور راستہ بھولنے کے لئے بھی آتا ہے اب آپ دیکھیں کہ انسان چل رہا ہےصحیح راستے پر وہ منزل تک پہنچ جاتا ہے اور اگر راستہ ہی بھول جائے تو پھر کیا ہے کہ وہ منزل پر نہیں پہنچ سکتا **فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ** اور زیادہ اس میں درد ہے جو اس مردِ مومن کے اندر تھا اور قوم کو سمجھا رہا ہے پھر اس کے بعد قوم کی جوگمراہی ہے اس کی تاریخ بتائی جا رہی ہے

آیت نمبر 34۔ وَلَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِمَّا جَاءَكُمْ بِهِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَبْعَثَ اللَّهُ مِنْ بَعْدِهِ رَسُولًا ۚ كَذَٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُرْتَابٌ

ترجمہ۔ اس سے پہلے حضرت یوسف علیہ السلام تمہارے پاس بینات لے کر آئے تھے مگر تم اُن کی لائی ہوئی تعلیم کی طرف سے شک ہی میں پڑے رہے پھر جب اُن کا انتقال ہو گیا تو تم نے کہا اب اُن کے بعد اللہ کوئی رسول ہرگز نہ بھیجے گا" اِسی طرح اللہ اُن سب لوگوں کو گمراہی میں ڈال دیتا ہے جو حد سے گزرنے والے اور شکی ہوتے ہیں۔

وَلَقَدْ جَاءَكُمْ مردِ مومن کہتا ہے اور تحقیق آئے تمہارے پاس **جَاءَكُمْ** تمہارے پاس آئے **كُمْ** کی ضمیر آباؤ اجداد کے لئے ہے یعنی تمہارے باپ دادا کے پاس آئے تھے کون؟ **يُوسُفُ** حضرت یوسف علیہ السلام **مِنْ قَبْلُ** اس سے پہلے آج آئے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آباؤ اجداد کے پاس کون آئے تھے؟ حضرت یوسف علیہ السلام اور وہ ایسے نہیں آئے تھے **بِالْبَيِّنَاتِ** روشن نشانیوں کے ساتھ آئے تھے **فَمَا زِلْتُمْ** اور **فَمَا زِلْتُمْ** جو ہے اس کے معنی کیا ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام آئے تو تم نے کیا کیا؟ **فَمَا زِلْتُمْ** تو اصل میں **زِلْتُمْ** کا لفظ (ز و ل) سے اور **زَوَال** بھی اسی سے ہے۔ کہ جیسے کسی کا الگ ہو جانا، علیحدہ ہو جانا **زِلْتُمْ** تم الگ رہے، تم علیحدہ رہے لیکن جب **"ما"** آجاتا ہے تو پھر نہیں الگ رہے اور ہمیشگی کے معنی دیتا ہے **مازالہ** اس کے معنی پھر کیا ہیں؟ کہ ہمیشہ تو جب یوسف علیہ السلام تمہارے پاس روشن نشانیاں لے کر آئے **فَمَا زِلْتُمْ** پس ہمیشہ تم رہے **فِي شَكٍّ** شک میں **مِمَّا جَاءَكُمْ بِهِ** اس سے جو کہ آیا تمہارے پاس **بِهِ** اس کے ساتھ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام ابھی آئے ہیں یہ ہدایت لے کر اور تم انکار کر رہے ہو تو اس وقت جب حضرت یوسف علیہ السلام تمہارے پاس **بَيِّنَاتِ** لے کر آئے تھے تو تم اس سے شک ہی میں رہے، ہمیشہ تم پہ شک ہی رہا تم ایمان ہی نہ لائے تم نے ایقان کا سفر طے ہی نہ کیا اب حضرت یوسف علیہ السلام کون تھے ابراہیم علیہ السلام سے آپ کا کیا رشتہ تھا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پڑپوتے تھے یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام 20 سال تک ان کو دعوت دی۔ ان کے پاس کیا **بَيِّنَاتِ تھیں؟** کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو خوابوں کی تعبیر سکھائی تھی **تعبیر الرؤیا** اور باتوں کی تہہ تک بڑی جلدی پہنچ جاتے تھے پھر ان کی حسن تدبیر سے 7 سال جو قحط کا دور تھا وہ امن میں بدلا اور ایسا امن اور ایسا انصاف اور عدل کا دور دورہ تھا کہ آس پاس کے ملکوں میں بھی ان کی بڑی عزت ہوئی اور لوگ غلہ لینے آتے تھے آپ کا کردار بڑا پاکیزہ تھا آپ کی عزت عصمت بڑے سچے انسان تھے بڑے بہترین انسان تھے۔ تو اے قوم تمہاری تاریخ تو کیسی ہے کہ تم نے ان کو جھٹلایا اور تم نے ان کا انکار کیا اور انکار کا انداز کیا تھا؟ اس شک میں رہنا اور ایک بات آپ یاد رکھیں جس چیز کے بارے میں انسان کو شک ہوتا ہے وہ چیز اس کو تباہ کر دیتی ہے کیونکہ شک کی وجہ سے وہ کوئی تیاری نہیں کرتا مثلاً ٹیسٹ ہے کے نہیں اب پتہ نہیں صبح کلاس میں heat نہیں ہے سردی بہت ہے برفباری کا موسم ہے پتہ نہیں صبح ٹیسٹ ہو کے نہیں ہو سکتا ہے کلاس ہی نہ ہو تو ہو سکتا ہے آپ تیاری نہ کریں یا پھر کیا ہوتا ہے کہ شک ہے کہ پتہ نہیں کوئی آئے گا کے نہیں تو کوئی تیاری نہیں کی۔ تو اسی طرح شک ہے کہ قیامت آئے گی کے نہیں تو انسان اس کی کوئی تیاری نہیں کرتا۔ اگر قرآن مجید میں شک ہے کہ یہ سچی کتاب ہے کے نہیں، رسول سچا ہے کے نہیں تو لوگوں نے کیا کیا انکار ہی کیا نہ کتاب پر ایمان لائے ، نہ رسول پر ایمان لائے اور انکار ہی کرتے رہے تم شک میں رہے جبکہ حضرت یوسف علیہ السلام تمہارے پاس **بَيِّنَاتِ** لے کر آئے **حَتَّىٰ إِذَا هَلَكَ** یہاں تک کہ جب وہ فوت ہو گئے۔ **قُلْتُمْ** تو کہا تم نے **لَنْ يَبْعَثَ اللَّهُ مِنْ بَعْدِهِ رَسُولًا** ہرگز نہیں بھیجے گا اللہ اس کے بعد کوئی رسول۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ کہ موت تو آنی تھی تو جب ان کو موت آگئی تو تم نے یہ کیوں کہا کہ اللہ اس کے بعد رسول نہیں بھیجے گا اس کا مطلب یہ تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام رسول تھے وہ تو چلے گے ہم نے ان کا انکار کیا تو چلو اچھا ہوا جان چھوٹی اب قصہ پاک ہو گیا جھگڑا ختم اب اللہ اور رسول نہیں بھیجے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ قوم بڑی ہی سرکش قوم تھی زندگی میں ان پر شک کرتے رہے ایمان ہی نہ لائے جب وہ دنیا سے چلے گے تو پھر کیا کہا کہ چلو اچھا ہوا ایک بوجھ تھا پیغمبر ان پر تو وفات کے بعد انہوں نے ٹھنڈا سانس لیا کہ بوجھ اترا اور مطمئن ہوگے کہ اب اللہ کوئی اور رسول نہیں بھیجے گا تو گویا کہ اب ہماری خواہشات کو لگام دینے والا کوئی نہیں ہو گا جیسے بعض بچے نادان ہوتے ہیں چھوٹی عمر بھی والدین جب ان کو سمجھاتے ہیں تو بچے کہتے ہیں والدین مر کیوں نہیں جاتے یہ دور کیوں نہیں چلے جاتے اباجان؟ کیونکہ امی پھر کچھ نہیں کہیں گی اور جو امی کچھ کہتی ہیں تو پھرآپ بچے کیا کہتے ہیں والدین کو کہ آپ فرعون ہیں ابو تو بہت اچھے ہیں۔ تو گھر میں ماں ہو یا باپ دونوں میں سے جو گھر میں ایک کنٹرول رکھتا ہے تو بچے چاہتے ہیں کہ بس یہ جائیں اور ان کو اتنی سمجھ ہی نہیں ہوتی کہ یہ ہمارے فائدے کے لئے ہیں تو یہی حال ان کا تھا **كَذَٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ** اسی طرح اللہ گمراہ کر دیتا ہے **مَنْ هُوَ** ہر اس کو جوکہ **مُسْرِفٌ مُرْتَابٌ** ہو۔ اب یہاں پہ دو صفات بتائی گئی ہیں جو **مُسْرِفٌ** ہو **مُسْرِفٌ** کہتے ہیں حد سے نکلنے والا ،نفس کی خواہشات کی پیروی میں اللہ کی حدود کو توڑنے والا اور یہاں پہ **مُسْرِفٌ** کون ہے فرعون بھی ہے اس کا ساتھ دینے والے بھی ہیں کہ اب وہ خود خدائی کا دعویٰ کیا ہوا ہے پیغمبر کا انکار بھی ہے اور حد سے کیسے نکل رہا ہے کہ قتل کی منصوبہ بندی ہے **مُرْتَابٌ** اس کا مادہ کیا ہے **(ر ی ب)** سے ہے اور شک کے لئے استعمال ہوتا ہے اب **مُرْتَابٌ** اس شخص کو کہتے ہیں جو شک میں پڑنے والا ہے یہ اسم فاعل ہے کہ نفس کی خواہشات کے جنون میں علم اور یقین کی بجائے شک کی راہ پر چلنا اور علم اور یقین کا منبع کیا تھا؟ پیغمبر، کتاب تو چاہئیے تھا کہ اس کو مانتے بلکہ کیا کیا؟ کہ وہ شک کے راستے میں رہے فرعون بھی اس کے ساتھی بھی تو اب کہہ رہا ہے کہ پھر اللہ ایسے لوگوں کو کیا کر دیتا ہے؟ گمراہ کر دیتا ہے

پھر ان کو خیر اور شر کی معرفت ملتی پھر وہ ہدایت کے راستے پر نہیں چلتے تو اس طرح اپنی قوم کے لوگوں کو سمجھا رہا ہے کہ آج تم حضرت یوسف علیہ السلام کے کردار کو سامنے رکھو کہ جس طرح تمہارے باپ دادا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو جھٹلایا آج تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلا رہے ہو اور یہ جو ہے **قُلْتُمْ لَنْ يَبْعَثَ اللَّهُ مِنْ بَعْدِهِ رَسُولًا** اس کے ایک اور معنی بھی ہیں کہ جب تک زندگی رہی حضرت یوسف علیہ السلام کی زندہ رہے تو قوم جھٹلاتی رہی جب وہ چلے گئے تو قوم کے لوگ ان کی تعریف کرنے لگے کہنے لگے اللہ نے ایسا رسول پھر کبھی نہیں بھیجنا اتنا اچھا رسول ایسا اس کا کردار ایسے اس کے معجزات ایسی ایسی اس کی باتیں تو اصل بات یہ ہے کہ اب جو لیڈر اب جو رسول آیا ہے نا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام یوسف علیہ السلام جیسا نہیں ہے تو اس کے معنی بعض مفسرین نے یہ بھی کئے ہیں کہ اب بجائے اس کے کہ وہ ایمان لاتے تو انہوں نے ایک اور چال چلی اور کہنے لگے کہ یہ پیغمبر تو ہے لیکن ویسا پیغمبر نہیں ہے جیسے کہ حضرت یوسف علیہ السلام تھے۔ تو یہ بھی لوگوں کا ایک وطیرہ ہوتا ہے کہ جب تک زندگی ہوتی ہے تو جو لوگ ہوتے ہیں ان کی قدر نہیں کرتے اور جب وہ دنیا سے چلے جاتے ہیں تو کہتے ہیں اس جیسا کوئی تھا نہیں ادھر اس نے آنکھیں بند کیں اور ادھر اس کے اوپر پھول چڑھانا اور دیگیں چڑھانا اور پھر اس کی ایسی ایسی کرامات مشہور کر دی جاتی ہیں کہ دنیا اسی کو پھر پوجنا شروع کر دیتی ہے تو ایسا رسول اللہ کبھی نہیں بھیجے گا تو یہ کیا ہے کہ ایسی طرح اللہ گمراہ کر دیتا ہے اس کو جو **مُسْرِفٌ** ہو اور **مُرْتَابٌ** ہو اب یہاں یہ آپ دیکھتی چلی جائیں کہ گمراہ ہونے والوں کی صفات ہمارے سامنے آ رہی ہیں پیچھے بھی آئیں تھی ابھی بھی آ رہی ہیں تو کیا صفات ہیں نمبر 1۔ **مُسْرِفٌ۔** نمبر 2۔ **مُرْتَابٌ۔**

آیت نمبر 35۔ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ ۖ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ الَّذِينَ آمَنُوا ۚ كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ

ترجمہ۔ **اور اللہ کی آیات میں جھگڑے کرتے ہیں بغیر اس کے کہ ان کے پاس کوئی سند یا دلیل آئی ہو یہ رویہ اللہ اور ایمان لانے والوں کے نزدیک سخت مبغوض ہے اِسی طرح اللہ ہر متکبر و جبار کے دل پر ٹھپہ لگا دیتا ہے۔**

نمبر 3۔ **الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ** جو اللہ کی آیات میں، اللہ کی نشانیوں میں مجادلہ کرتے ہیں اس کا مطلب کیا ہے؟ مجادلہ کے معنی کیا ہوتا ہے؟ گفتگو میں ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرنا **الخصومة بالباطل** کج بحثی، تکرار تو اللہ کی آیتوں میں جھگڑا کرنا اب دیکھیں **بِغَيْرِ سُلْطَانٍ** بغیر کسی سند کے اللہ کی آیات میں جھگڑا کرتے ہیں بغیر کسی سلطان کے **أَتَاهُمْ** جو آئی ہو ان کے پاس۔ تو بغیر کسی سلطان کے اللہ کی آیات میں جھگڑا کرنا اس کے کیا معنی ہیں؟ اس کے اصل میں یہ معنی ہیں کہ جب کوئی شخص جھگڑا کرے تو اس کے پاس کوئی دلیل ہونی چاہئے اب ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ سلطان ایسی دلیل کو کہا جاتا ہے جیسے کسی کے پاس ایسی دلیل ہو جیسے سند ہے، دستاویز ہے اس کی واضح طور پر حیثیت ہو اس کے پاس۔ تو اگر کوئی انسان ایسی بات کر رہا ہے اور اس کے پاس کوئی دستاویز نہیں ہے کوئی سند نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایسے ہی کر رہا ہے۔ تو جس کے پاس دستاویز ہوتی ہے وہ کسی کے بل بوتے پر کر رہا ہے اس کے پیچھے جیسے کوئی ہے تو اب بغیر کسی سند کے، بغیر کسی اختیار کے، سلطان کے (یہ لفظ کبھی اختیار کے لئے بھی آتا ہے حکومت کے لئے بھی آتا ہے) ایسے ہی تم مجادلہ کرتے ہو اللہ کی آیات کے بارے میں تمہارے پاس تو کوئی دلیل آئی بھی نہیں۔ **كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ** سخت ناپسند ہے اللہ کو **كَبُرَ** یہ لفظ ویسے کبیر بڑے کے لئے

آتا ہے تو بہت بڑا گویا کہ سخت **مَقْتًا** ناراض ہوتا ہے ناپسندیدہ اور **مَقْتًا** آپ پہلے بھی یہ بات پڑھ چکی ہیں کہ باپ کی بیوہ سے اگر کوئی مرد شادی کر لیتا ہے تو اس کو کہتے ہیں کہ **مَقْتًا** گویا کہ یہ چیز سخت ناپسندیدہ چیز ہے سخت ناپسندیدگی کا اظہار کرنے کے لئے (**زواج المقت** باپ کی بیوہ سے شادی کرنا تو عام عرب کے لوگ بھی اس کو ناپسند سمجھتے تھے) اور اب یہاں پر دراصل اللہ کی ناپسندیدگی کا اظہار کرنے کے لئے کہا جا رہا ہے کہ اللہ کو یہ بات سخت ناپسند ہے کیا؟ کہ مجادلہ کیا جائے اللہ کی آیات کا انکار کیا جائے ان میں شک پیدا کیا جائے **وَعِنْدَ الَّذِينَ آمَنُوا**. **وَعِنْدَ الَّذِينَ** اور نزدیک ان لوگوں کے جو کہ **آمَنُوا** ایمان لائے ہیں اس سے پھر کیا بات پتہ چلتی ہے کہ اللہ کے نزدیک بھی وہ لوگ سخت ناپسندیدہ ہیں اور ایمان لانے والوں کے نزدیک بھی وہ لوگ سخت ناپسندیدہ ہیں کون **الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ** اللہ کو بھی اچھے نہیں لگتے اور ایمان لانے والوں کو بھی وہ لوگ اچھے نہیں لگتے اور پھر مجادلے کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ **كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ** پھر اسی طرح اللہ مہر لگا دیتا ہے کیسے مہر لگا دیتا ہے؟ جب کوئی شخص اسراف کرتا ہے جب کوئی شک کرتا ہے جب کوئی مجادلے میں مبتلا ہوتا ہے پھر اللہ مہر لگا دیا کرتا ہے کہاں لگاتا ہے **عَلَىٰ كُلِّ قَلْبِ** ہر دل پر اور وہ دل کس کا ہوتا ہے؟ **مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ** متکبر کا دل ہوتا ہے اور جبار کا دل ہوتا ہے تو **مُتَكَبِّر** کے معنی ہوتے ہیں کبر کرنے والا یہ بھی اسم فاعل ہے اور جبار سرکش کے اور یہ مبالغے کے صیغے ہیں کہ وہ زیادہ نافرمانی کرنے والا تو گویا کہ پھر ایسا شخص جو مغرور ہے جابر ہے پورا دل اس کا سیاہ ہو جاتا ہے مہر لگانے کے معنی کیا ہیں آپ نے پیچھے پڑھا تھا کہ **خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ (7- البقرہ)** دل جو ہے یہ ہاتھ کی ہتھیلی ہے اور کسی نے **خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ** کی تفسیر ایسے کی تھی کہ جب انسان نافرمانی کرتا ہے تو انہوں نے ایک انگلی کو بند کیا پھر کہا کہ اور گناہ کرتا ہے پھر دوسری انگلی کو بند کیا پھر تیسرا گناہ پھر چوتھا جب گناہ بڑھتے چلے جاتے ہیں پھر پانچوں انگلیوں کو بند کر کے انہوں نے مٹھی پوری بند کر دی اور پھر کہا کہ اب اس کے اندر کچھ داخل نہیں ہو سکتا اس سے کچھ باہر نہیں نکل سکتا۔ یہ ہے مہر لگا دی ،یہ ہے زنگ لگا دیا، یہ سیل کر دیا **خَتَمَ** تو کبھی اللہ **خَتَمَ** لفظ بولتا ہے کبھی **كَلَّا ۖ بَلْ ۜ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ (14- المطففین)** اور کبھی اللہ تعالیٰ یہ بات کہتے ہیں تو اب وہ دل جو کفر کرنے والا ہے، شرک کرنے والا ہے، شک کرنے والا ہے ،جھگڑا کرنے والا ہے، حد سے گزرنے والا ہے خواہشات کی پوجا کرنے والا ہے۔ اور پھر یہ **مُتَكَبِّر** کبر سے ہے کبر کا مطلب کیا ہے؟ **الكِبْرُ بَطَرُ الحَقِّ، وغَمْطُ النَّاسِ** کہ وہ شخص کیا کرتا ہے کہ حق کا انکار کرتا ہے اور دوسروں کے حقوق ادا نہیں کرتا **مُتَكَبِّر** ہے اپنی بڑائی چاہتا ہے اپنا بڑا پن کا اظہار کرتا ہے اس کا اظہار کرتا ہے **مُتَكَبِّر** کے دل پر بھی زنگ لگتا ہے اس سے ہمیں بہت ڈرنا چاہئے کہ ہمارے اندر کبر تو نہیں پایا جاتا اور یوں دیکھیں تو ہمیں لگتا ہے کہ فرعون کے اندر ہی پایا جاتا ہے لیکن تکبر کا کیسے پتہ چلے گا؟ یہ تکبر ہے اگر ہم لوگوں سے تعریف چاہئیں یہ بھی تکبر کی قسم ہے ریا کاری بھی کیا ہے، دکھاوا اخلاص سے ہٹ کر یہ بھی تکبر ہے کہ ہم لوگوں سے تعریف چاہیں اور کیا ہے کہ ہم عزت چاہیں لوگوں سے عزت چاہنا یہ بھی تکبر کی علامت ہے کہ لوگ مجھے عزت دیں لوگ واہ واہ کریں لوگ شاباش دیں اور جاہ و منصب چاہنا یہ بھی تکبر ہے اور دوسروں کی رائے کو قبول نہ کرنا اپنے اندر عاجزی اور انکساری کا نہ ہونا، چلتے ہوئے دوسروں سے آگے آگے رہنا (میں میں) تو بہرحال تکبر اور جبار کا لفظ جبر سے ہے اور جبر کے معنی درستگی کے بھی ہوتے ہیں اور اس کے مقابلے میں شکستگی کے معنی بھی پائے جاتے ہیں تو جبار کے معنی کیا ہوئے؟ مثلا عربی میں آتا ہے **جبار النخل** کھجور اتنی بلند ہوئی ،کھجور کا درخت اتنا اؤنچا ہوا کہ اس پر چڑھنے کا کوئی حوصلہ بھی نہ کرسکے۔ تو معنی کیا ہیں جبار کے؟ جو سرکش ہے، سنگدل ہے ،بے رحم ہے اور دوسروں کو تنگ کرنے والا ہے، خود اونچا رہتا ہے اس کے اوپر کسی کا کوئی

حق نہیں ہے **مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ۔** **مُتَكَبِّر** ہی کافی تھا لیکن جبار بھی کہا جیسے سورت ابراہیم میں بھی آتا ہے کہ **وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ** (15- ابراہیم) اور ہر جبار دشمن حق نے منہ کی کھائی پھر اسی طرح سورت ہود میں آتا ہے۔ **اتَّبَعُواْ أَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ (59- ہود)** اور ہر جبار دشمن حق کی پیروی کرتے رہے۔ تو **سورت المومن (32- مریم) القصص (22- المائدہ) الشعراء** ان سورتوں میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے کس کے لئے؟ ایسے نافرمانوں کے لئے بس آپ اس سے اس کو یاد رکھیں جبار النخل تو انسان کا نام جب جبار ہوتا ہے تو اس سے یاد رکھیں کھجور اتنی بلند ہو کہ اس پر چڑھنے کا کوئی حوصلہ بھی نہ کر سکے تو آپ اپنے آپ کو اتنا بڑا اور اتنا مضبوط سمجھیں اتنا اونچا سمجھیں اور اتنا سنگدل سرکش کہ کوئی بات نہ کر سکے اپنا حق نہ کہہ سکے آپ کی غلطی آپ کو بتا نہ سکے۔ تو اللہ تعالی کا نام ہے **جَبَّار** اور اللہ کا پھر جبار کس معنی میں آتا ہے؟ شکستہ دل انسانوں کو ڈھارس دینے والا میں نے آپ کو بتایا کہ جبر سے ہے اور اس کے معنی درستگی کے ہیں ریڑھ کی ہڈی کی گرہوں کو پیوستگی دینے والا **جَبَّار** وہ کشتی جو ڈوبنے والی تھی اور لوگ اس کے اندر شکستہ حال بیٹھے تھے تو ان کو ساحل پر پہنچانے والا، وہ بیماروں کو مرہم دینے والا اور کہتے ہیں کہ جبر سے جبروت بھی بنا ہے یہ مبالغہ کا صیغہ ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے تھے(**سُبحَانَ ذِي المُلكِ وَ المَلَكُوتِ وَالجَبَرُوتِ والكِبرِيَاءِ وَ العَظمَةِ)** ۔ تو اس کے معنی کیا ہیں کہ یہ بھی اللہ کی تعریف اور حمد بیان کی جارہی ہے اور اس دعا کے ذریعے دعائیں قبول ہوتی ہیں تو بہرحال یہ اللہ کی تو صفت ہو سکتی ہے لیکن یہ کہ بندے کی صفت نہیں ہو سکتی اب یہ کہ مرد مومن تقریر کر رہا ہے اور فرعون پھر بولتا ہے

آیت نمبر 36۔ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَا هَامَانُ ابْنِ لِي صَرْحًا لَعَلِّي أَبْلُغُ الْأَسْبَابَ
ترجمہ۔ فرعون نے کہا "اے ہامان، میرے لیے ایک بلند عمارت بنا تاکہ میں راستوں تک پہنچ سکوں

وَقَالَ فِرْعَوْنُ اور فرعون نے کہا اب فرعون کیا کرتا ہے کہ بیچ میں کود پڑتا ہے اور کہتا ہے **يَا هَامَانُ** اے ہامان اور آپ ہامان کے بارے میں پڑھ چکی ہیں کہ ہامان وزیر تعمیرات تھا کہا کہ **ابْنِ لِي صَرْحًا** کہ میرے لئے تعمیر کر ایک محل اور **صَرْحًا** آپ کو پتہ ہے قرآن میں محل کے لئے دو لفظ استعمال ہوئے ہیں ایک ہے **صَرْح** کا اور دوسرا **قصر** کا۔ تو **قصر** یہ عالی شان اور بلند و بالا عمارت کو کہتے ہیں تو یہاں پہ قصر کی بجائے **صَرْحًا** کیوں آیا اس لئے کہ **صَرْح** کے معنی ہوتے ہیں خالص آمیزش سے پاک نقش ونگار سے مزین اور اس کے ساتھ عیب بھی کوئی نہ ہو بلند بھی ہو اور نقش ونگار بھی ہو تو بڑا خوبصورت محل میرے لئے بنا۔ **لَعَلِّي** تاکہ میں **أَبْلُغُ الْأَسْبَابَ** تاکہ میں پہنچ جاؤں راستوں تک **أَسْبَابَ** یہ **سبب** کی جمع ہے اور **بَلَغَ** کے معنی ہوتے ہیں جیسے اپنے مقصد کو حاصل کر لینا اس تہہ تک پہنچنا جس سے کامیابی ہو جائے **أَبْلُغُ** کے میں پہنچ جاؤں **الْأَسْبَابَ** اس رسی کو کہتے ہیں جس کے ذریعے کھجور پر چڑھا جائے کھجور کا درخت آپ دیکھیں نیچے ایسی شاخیں نہیں ہوتیں کہ جس کو پکڑ کر اس پر چڑھا جائے اوپر شاخیں ہوتی ہیں درخت بہت لمبا ہوتا ہے اور چڑھنا مشکل ہوتا ہے تو اہلِ عرب کیا کرتے تھے رسی کے ذریعے اس پر چڑھتے تھے اور پھر کھجور اتارنا تو اسی سے ادھار کے معنی لے کر ہر اس چیز کے لئے سبب لفظ استعمال ہونے لگا ایسا راستہ جس کے ذریعے آپ اور آگے پہنچ سکیں آپ اپنے سفر کو طے کرسکیں آپ نے سورت الکہف میں بھی پڑھا تھا **سَبَبًا (85- الکہف)** تو بہرحال اب کیا ہے کہ کیا کر کہ تُو ایک محل میرے لئے بنا تاکہ میں راستوں تک پہنچ سکوں اور راستے کون سے؟

آیت نمبر 37۔ أَسْبَابَ السَّمَاوَاتِ فَأَطَّلِعَ إِلَىٰ إِلَٰهِ مُوسَىٰ وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ كَاذِبًا ۚ وَكَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوءُ عَمَلِهِ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيلِ ۚ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ إِلَّا فِي تَبَابٍ

ترجمہ۔ آسمانوں کے راستوں تک، اور موسیٰؑ کے خدا کو جھانک کر دیکھوں مجھے تو یہ موسیٰؑ جھوٹا ہی معلوم ہوتا ہے" اس طرح فرعون کے لیے اس کی بد عملی خوشنما بنا دی گئی اور وہ راہ راست سے روک دیا گیا فرعون کی ساری چال بازی (اُس کی اپنی) تباہی کے راستہ ہی میں صرف ہوئی

أَسْبَابَ السَّمَاوَاتِ آسمانوں کے راستے اور سماء کی جمع **سَمَاوَاتِ** ہے آسمانوں کے راستوں تک پہنچ سکوں اور کیوں پہنچوں **فَأَطَّلِعَ (ط ل ع)** کا مطلب ہوتا ہے کہ جھانکنا سورج جب جھانکتا ہے تو پھر طلوع ہو جاتا ہے نکل آتا ہے مطلع ہونا، اطلاع دینا آپ کسی کو کوئی بات بتا دیتے ہیں **فَأَطَّلِعَ** تاکہ میں جھانک کر دیکھوں **إِلَىٰ إِلَٰهِ مُوسَىٰ** حضرت موسیٰ علیہ السلام کے **إِلَٰهِ** کی طرف تو یہ کیا تھا؟ یہ فرعون کا ایک مذاق تھا اب آپ دیکھیں اس کو خود پتہ تھا کہ ایسا کوئی محل بن نہیں سکتا، ایسی کوئی عمارت، ایسا کوئی مینار بن نہیں سکتا جو کہ اتنا اونچا ہو کہ آسمان تک چلا جائے لیکن اس نے یہ احمقانہ تجویز سامنے رکھی تو گویا کہ یہ ایک مذاق تھا اور اس کا یہ کہنا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو ایک **إِلَٰهِ** کی دعوت دی ہے توحید کی جو دعوت دی ہے اور یہ کہا ہے کہ اللہ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے تو اس کا یہ کہنا در اصل کیا مطلب تھا اس کا؟ **وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ كَاذِبًا** کہ بے شک میرا تو یقین ہے اس کے بارے میں کہ یہ جھوٹا ہے **وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ كَاذِبًا** اس کے معنی کیا ہیں اور بے شک میں یہ گمان کرتا ہوں میں یہ سمجھتا ہوں "ہُ" کی ضمیر کس کے لئے ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے کہ میں اس کو جھوٹا سمجھتا ہوں کاذب جھوٹ بولنے والا۔ **وَكَذَٰلِكَ زُيِّنَ** اور اسی طرح خوبصورت بنا دیا گیا **زُيِّنَ** ماضی مجہول ہے بھلے دکھائے گے خوبصورت کر کے دکھائے گے **لِفِرْعَوْنَ** فِرعُون کے لئے **سُوءُ عَمَلِهِ** اس کے برے عمل۔ بہت ڈرنے والی یہ بات ہے کہ کسی کے برے عمل ہوں اور گناہ ہوں اور وہ اس کے لئے خوبصورت بنا کر دکھا دئیے جائیں تو یہ تھی فرعون کی بد کرداری کہ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جھوٹا کہا کوئی جواب بن نا پایا تو پھر اس نے یہ کہا کہ ایک بلند عمارت بناؤ تو اس کی بد کرداری اس کا جھٹلانا اور آپ دیکھیں کہ مرد مومن کی تقریر کتنی خوبصورت ہے اور اس کا مذاق کیسا ہے کیسا احمقانہ ہے تو اسی طرح پھر اللہ تعالیٰ نے فرعون کے لئے اس کے برے عمل خوبصورت بنا کر پیش کئے **وَصُدَّ عَنِ السَّبِيلِ ۚ صُدَّ** بھی ماضی مجہول ہے اور ویسے بھی آپ کو پتہ ہے کہ لازم اور متعدی کے معنی تو لازم کا معنی کیا ہوتا ہے؟ کہ فعل کا اثر فاعل تک رہتا ہے متعدی کے معنی کیا ہوتا ہیں کہ اثر فاعل سے گزر کر مفعول تک بھی جاتا ہے جیسے مارنا آپ کسی چیز پر ماریں گے تو آپ مار رہے ہیں آپ کے ہاتھ کو بھی اثر ہو رہا ہے فعل کا اور جس کو مار رہے ہیں اس کو بھی اثر ہو رہا ہے۔ تو لازم اور متعدی اس میں دونوں پائے جاتے ہیں۔ تو یہاں پہ بھی خود رکا اور دوسروں کو رکا **عَنِ السَّبِيلِ** راستے سے تو فرعون نے جب برے عمل کیا تو اس کے برے عمل کی وجہ سے اللہ تعالی نے اسے روک دیا راستے سے اور ویسے بھی جب مجہول ہوتا ہے تو اس میں فاعل کا پتہ نہیں چلتا بس اس کو روک دیا گیا راستے سے **وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ** اور نا تھی **كَيْد** فرعون کی ،اور نا تھی تدبیر فرعون کی **إِلَّا فِي تَبَابٍ** مگر میں **تَبَاب۔ كَيْدُ** آپ پڑھی چکی کسی کام کو سر انجام دینے کے لئے خفیہ داؤ چال یا تدبیر کرنا ہلکے پیمانے پر ہو تو مکر ہوتی ہے اور بڑے پیمانے پر ہو تو **كَيْد** ہوتی ہے اور ویسے مکر اچھا بھی ہو سکتا ہے برا بھی ہو سکتا ہے لیکن زیادہ تر مکر کا لفظ برے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور **كَيْدُ** خفیہ چال کے لئے استعمال ہوتا ہے تو اب فرعون کی خفیہ چالیں کیا

تھیں جو اس نے چلیں؟ اگر آپ پیچھے سے یاد کریں تو سب سے پہلی چال اس نے چلی تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جادو گر ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس نے جادو گر کہا تھا تب ہی تو اس نے میلے کے دن جادو گروں کو جمع کیا تھا دوسری چال اس نے کیا چلی تھی کہ معجزات کو کہا تھا کہ یہ جادو ہیں۔ تیسری چال کیا تھی کہ میلے کے دن اس نے یہ کہا تھا کہ یہ آپس میں ملے ہوئے ہیں اور اس نے ایمان لانے والوں کو سزا دینا چاہی۔ پھر اس کی چال کیا تھی بچوں کا قتل کرنا پھر اس کی چال کیا تھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کی منصوبہ بندی۔ پھر اس کی چال کیا تھی کہ بنی اسرائیل کا تعاقب اور انسان جب چالیں خود چلتا ہے جب اس نے بنی اسرائیل کا تعاقب کیا تو **إِلَّا فِي تَبَابٍ** تو اس کی چالیں اس کے کچھ بھی کام نہ آئیں تو ہوا کیا مگر فرعون **(ت ب ب)** میں چلا گیا **تَبَاب** کیا ہے آپ یاد رکھے **تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ (1۔ المسد)** ٹوٹ گئے ابولہب کے ہاتھ اور نامراد ہو گیا وہ تو **تبَّ** کا لفظ تباہی کے لئے استعمال ہوتا ہے کسی کا ٹوٹ جانا، کھپ جانا، کسی کا تباہ ہونا اور یہ ایسی تباہی کو کہتے ہیں جو مسلسل خسارے میں ہو مسلسل خسارے میں رہنے والا۔ **تبَّالَہٗ** اللہ اسے خائب اور خاسر کر دے اس کا معنی ہوتا ہے مسلسل خسارے میں ڈال دے اور ابی لہب کے ہاتھ ٹوٹیں وہ ہمیشہ خسارے میں رہے ۔ **تبَّ** کے آگے لکھ لیجئے کہ اس کا مطلب ہے **ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ (11۔ الحج)** بہت بڑا کھلا نقصان ایسا نقصان ایسی تباہی کہ پھر انسان اس کا کچھ ازالہ نہ کر سکے جیسے ابو لہب تھا نہ اس کی اولاد کام آئی نہ اس کی دولت کام آئی اور کیا ہوا ایسی سخت اس کو بیماری لگ گئی کہ بچے بھی پاس نہیں جاتے تھے کچھ بھی کام نہیں آیا. آپ سورت لہب میں اس کی تفصیل پڑھیں گی تو بہرحال فرعون کیسی تباہی میں گیا سمندر کی لہروں کے سپرد کر دیا گیا کہ پھر کچھ بھی اس کے کام نہ آیا نہ لاؤ لشکر نہ دولت نہ کرسی نہ اس کے ساتھی کوئی بھی اس کے کام نہیں آئے